محمد حنیف شاہد

اقبال اور غازی علم الدین شہید

نظر اللہ پہ رکھتا ہے مسلمانِ غیور
موت کیا شے ہے ؟ فقط عالمِ معنی کا سفر
ان شہیدوں کی دِیت اہلِ کلیسا سے نہ مانگ
قدر و قیمت میں ہے خوں جن کا حرم سے بڑھ کر
آہ ! اے مردِ مسلماں، تجھے کیا یاد نہیں ؟
حرفِ " لاتدع مع اللہِ الٰھًا اٰخر "[1]

علامہ اقبال نے مندرجہ بالا اشعار لاہور میں غازی علم الدین اور کراچی میں غازی عبدالقیوم کے واقعات سے متاثر ہو کر قلم بند فرمائے ۔ علامہ اقبال کو رسولِ اکرمؐ کی ذاتِ گرامی سے عشق تھا سچا اور والہانہ عشق ! اس لیے آپ عاشقانِ رسولؐ کے دل و جان سے مداح اور قدر شناس تھے ۔ سرکارِ دو جہاں حضورِ اکرمؐ کی شانِ اقدس میں گستاخانہ کتاب "رنگیلا رسول"۔ شائع کرنے والے ناشر راج پال کو لاہور کے ایک غیرت مند نوجوان غازی علم الدین نے کیفرِ کردار تک پہنچایا تو اس مقدمے کی پیروی قائداعظم محمد علی جناح نے فرمائی ۔

ہوا یوں کہ ۱۹۲۳ء میں لاہور کے ایک پروفیسر چموپتی کی کتاب شائع ہوئی جس میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر ناروا حملے کیے گئے تھے ۔ اس کتاب کے چھپتے ہی مسلمانوں میں غم و غصّے کی لہر دوڑ گئی ۔ کتاب کے پبلشر راج پال پر فرقہ وارانہ منافرت پھیلانے کے الزام میں مقدمہ چلا ۔ ماتحت عدالت نے مقدمہ کی سماعت کے بعد ملزم کو دو سال قید بامشقت اور ایک ہزار روپیہ جرمانہ کی سزا سنائی لیکن عدالتِ عالیہ کے چیف جسٹس سر شادی لال نے (جو اپنے روایتی تعصب کے

---

[1] فقیر سید وحید الدین ، روزگارِ فقیر (جلد دوم) ، مطبوعہ لائن آرٹ پریس کراچی ، ۱۹۶۰ء

لیے بہت مشہور تھے) راج پال کو بری کر دیا[۵۲]

اس واقعہ سے مسلمانوں میں اشتعال پیدا ہوا اور ۲۷ ستمبر ۱۹۲۷ء کو ایک مسلمان خدا بخش نے راج پال پر وار کیا لیکن وہ غلطاً گیا۔ ۹ اکتوبر ۱۹۲۷ء کو ایک اور نوجوان عبدالعزیز نے دوبارہ راج پال پر حملہ کیا لیکن اس بار بھی قسمت نے اس کا ساتھ دیا اور وہ موت کے منہ میں جانے سے بچ گیا[۵۳]۔ اس کے بعد لاہور کے سریاں والا بازار کے علم الدین نے راج پال پر حملہ کیا اور اُسے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔

غازی علم الدین کو گرفتار کر کے اس پر سیشن عدالت میں مقدمہ چلا جہاں سے اُسے سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔ سیشن عدالت کے اس فیصلے کے خلاف عدالتِ عالیہ میں اپیل دائر کی گئی جس کی پیروی کے لیے قائدِ اعظم محمد علی جناح کو بمبئی سے لاہور بلوایا گیا۔ اس سلسلے میں قائداعظم نے عدالت عالیہ کو تار دیا کہ ۱۵ جولائی کو مقدمہ کی سماعت کے لیے تاریخ مقرر کی جائے[۵۴]۔ چونکہ ایک ہائی کورٹ کا وکیل دوسرے ہائی کورٹ میں پریکٹس نہیں کر سکتا اس لیے بمبئی ہائی کورٹ کی بار کے ممبر نے جب پنجاب ہائی کورٹ سے علم الدین کے مقدمہ میں پیش ہونے کی اجازت مانگی تو پنجاب ہائی کورٹ کے جج مسٹر جسٹس براڈوے نے اس کی مخالفت کی لیکن چیف جسٹس سر شادی لال نے قائداعظم کو پیش ہونے کی اجازت دے دی۔ روزنامہ انقلاب نے چیف جسٹس کے اس فیصلہ کو ان کا ہوش مندانہ فعل قرار دیا اور لکھا کہ اگر وہ مسٹر محمد علی جناح کو مقدمے میں پیش ہونے کی اجازت نہ دیتے تو مسلمانوں میں بے حد جوش پھیل جاتا[۵۵]

یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ قائداعظم محمد علی جناح کو بمبئی سے لاہور بلوانے کے محرک اور مؤید علامہ اقبال تھے۔ حقیقت میں غازی علم الدین کا واقعہ ایک تاریخ ساز واقعہ ہے جس کے ساتھ برصغیر پاک و ہند کی دو عظیم مسلمان شخصیتیں ــــ قائداعظم محمد علی جناح اور علامہ اقبال ــــ براہِ راست وابستہ ہیں۔ ۱۵ جولائی ۱۹۲۹ء کو جسٹس براڈوے اور جسٹس جانسن کے روبرو مقدمہ کی سماعت شروع ہوئی۔ قائداعظم

---

۵۲ اقرا (قائداعظم نمبر) جون ۱۹۷۶ء (جلد ۲ نمبر ۱) مجلہ ایم اے او کالج، لاہور، ص ۱۶۴

۵۳ روزگار فقیر جلد اول، ص ۱۱۰

۵۴ روزنامہ پیسہ اخبار (لاہور) ۲۴ جولائی ۱۹۲۹ء، بحوالہ اقرا

۵۵ روزنامہ انقلاب، ۲ اگست ۱۹۲۹ء بحوالہ اقرا (قائداعظم نمبر)

محمد علی جناح نے مقدمہ کے واقعات کو سامنے رکھ کر انتہائی قابلیت کے ساتھ غازی علم الدین کی بے گناہی ثابت کی۔ قائداعظم محمد علی جناح نے جس قابلیت سے مقدمہ کی پیروی کی۔ اس پر روزنامہ "الجمعیت" دہلی نے اپنی اشاعت مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۲۹ء کو "مسٹر جناح کی باطل شکن تقریر" کے زیرِ عنوان انھیں مندرجہ ذیل الفاظ میں خراجِ تحسین ادا کیا:

"لاہور ہائی کورٹ سے بھی میاں علم الدین کی اپیل کا فیصلہ صادر ہو گیا اور پھانسی کا جو حکم سیشن عدالت سے ہوا تھا، وہی بحال رہا۔ قائداعظم کی مدلل اور مؤثر تقریر کو پڑھنے کے بعد اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کے دلائل کس قدر وزنی تھے اور انھوں نے ماتحت عدالت کی شہادتوں میں جن نقائص کا ذکر کیا تھا، ان سے مقدمہ کس درجہ کمزور ہو گیا تھا مگر ہائی کورٹ کے ججوں نے خدا معلوم کن وجوہ کی بنا پر ان دلائل کو قابلِ اعتنا نہیں سمجھا۔ اس وقت ہائی کورٹ کا فیصلہ موجود نہیں ہے، اس لیے ہم اس پر مفصل تنقید نہیں کریں گے جب تک ہمارے سامنے اصل فیصلہ کے دلائل نہ آ جائیں۔ ہم یہ نہیں سمجھتے کہ قائداعظم کی تقریر کے بعد پھانسی کی سزا کس طرح بحال رہ سکتی تھی۔"[۵۶]

۱۸ اکتوبر ۱۹۲۹ء کو میاں علم الدین غازی کی رحم کی اپیل مسترد ہو گئی[۵۷] تو انھوں نے وصیت کی کہ انھیں سزائے موت کے بعد لاہور میں دفن کیا جائے[۵۸]۔ ۳۰ اکتوبر ۱۹۲۹ء کو صبح سات بجے میاں علم الدین غازی کو میانوالی جیل میں پھانسی کے تختے پر لٹکا دیا گیا۔ آٹھ بجے لاش اتاری گئی اور نو بجے جیل کے حکام نے شہید کے جسدِ خاکی کو بغیر نمازِ جنازہ کے سپردِ خاک کر دیا۔

۳۰ اکتوبر کی شام کو یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی کہ حکام نے غازی علم الدین شہید کی نعش کو لاہور لانے کی اجازت نہیں دی۔ یہ سنتے ہی مسلمانوں میں حکومت کے خلاف ایک زبردست ہیجان و اضطراب پیدا ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مظاہرے ہوئے، جلسے منعقد کیے گئے اور جلوسوں کے علاوہ عام ہڑتال کی تحریک ہوئی۔ مولانا سید حبیب شاہ، ڈاکٹر سلطان محمد، شیخ حسن دین وکیل اور ملک لال دین قیصر میاں عبدالعزیز کے مکان پر گئے اور وہاں یہ فیصلہ ہوا کہ گورنر پنجاب کے پاس ایک وفد بھیجا جائے۔ شیخ

---

۵۶ روزنامہ الجمعیت، ۲۰ جولائی ۱۹۲۹ء، ص ۴

۵۷ روزنامہ انقلاب، ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۹ء، ص ۲ ۵۸ ایضاً - ۲۹ اکتوبر ۱۹۲۹ء، ص ۴

حسن دین اور میاں عبدالعزیز کے دستخطوں سے اکابر لاہور کا ایک جلسہ تین بجے برکت علی محمڈن ہال میں بلایا گیا جس میں اکابر اور رضا کاروں کے علاوہ اخبارات کے ایڈیٹر بھی موجود تھے۔ علامہ اقبال صدر جلسہ قرار پائے۔ چونکہ گورنر پنجاب کے بارے میں کوئی قطعی اطلاع نہ تھی کہ وہ کہاں ہیں اس لیے جلسے کی رائے کے مطابق علامہ اقبال نے مسٹر سٹو وزیر فنانس سے ٹیلی فون پر وقت مقرر کر کے ان سے ملاقات کی یہاں مسٹر ایمرسن بحیثیت سکرٹری بھی موجود تھے۔

یہ ملاقات ایک گھنٹے تک جاری رہی جس میں علامہ اقبال نے مسلمانان لاہور کے جذبات و خیالات کی ترجمانی کی۔ قیام امن کی ذمہ داری اٹھائی، میت کے لیے راستہ مقرر کرانے پر رضامندی اور ذمہ داری کا اظہار فرمایا مگر آخری جواب یہ ملا کہ گورنر پنجاب کے حکم کے مطابق میت کو میانوالی میں دفن کیا گیا ہے اس لیے اب اس میں ردّ و بدل نہیں ہو سکتا۔

اسی دوران میں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تاروں پر سنسر ہے اور جو تار یہاں سے بھیجا جاتا ہے وہ روک لیا جاتا ہے یا دیر سے پہنچایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دن بھر میں جتنے تار دیے گئے تھے ان کا کوئی جواب نہ آیا۔

چھ بجے کے قریب علامہ اقبال مسٹر سٹو اور مسٹر ایمرسن سے مل کر برکت علی محمڈن ہال میں تشریف لائے جہاں لوگ بدستور جمع تھے۔ علامہ ممدوح نے ساری کیفیت بیان فرمائی، دوبارہ فیصلہ ہوا کہ گورنر پنجاب کے پاس ایک وفد بھیجا جائے لیکن اب مصیبت یہ پیش آئی کہ گورنر کا پتہ نہ چل سکا۔ جس ذمہ دار افسر سے پوچھا گیا اس نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ عام خیال یہ تھا کہ دیدہ و دانستہ گورنر کے پتہ سے لاعلمی ظاہر کی جا رہی ہے۔ آخر جلسۂ مشورت ملتوی کر دیا گیا۔ علامہ اقبال اور میاں امیر الدین فون کے ذریعہ سے یہ معلوم کرنے کے لیے کہ آیا گورنر گجرات میں ہے یا نہیں، میاں عبدالعزیز کے ساتھ ان کے مکان پر چلے گئے۔

یکم نومبر ۱۹۲۹ء کو حضرت علامہ اقبال کے مکان پر ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں میاں عبدالعزیز اور دوسرے اکابر شریک ہوئے۔ ملک لال دین قیصر، ڈاکٹر سلطان محمود اور بشیر احمد خاص طور پر کوشاں تھے تین بجے کے قریب ملک لال دین قیصر نے برکت علی محمڈن ہال میں ایک خاص مجلس شوریٰ بلا رکھی تھی۔[۵۹]

۵۹۔ روزنامہ انقلاب [illegible] نومبر [illegible]

۲۔ نومبر ۱۹۲۹ء کو پنجاب پراونشل مسلم لیگ کی کونسل کا اجلاس منعقد ہوا جس میں علامہ اقبال کی تحریک سے ایک قرارداد اس مضمون کی منظور کی گئی کہ علم الدین شہید کی نعش مسلمانوں کو نہ دینا حکومت کی سخت غلطی ہے۔ نیز اس قرارداد میں مطالبہ کیا گیا کہ حکومت اب بھی اس غلطی کی اصلاح کر کے مسلمانوں کے غیظ و غضب کو ٹھنڈا کرے[۱۰]

۴ نومبر ۱۹۲۹ء کو مسلمان معززین کا ایک وفد سوا چار بجے گورنمنٹ ہاؤس میں گورنر پنجاب سے ملا۔ ارکانِ وفد میں، سٹرہ میونسپل کمشنر، ڈاکٹر سر محمد اقبال، سر میاں محمد شفیع، چودھری دین محمد، مولوی محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہور، سید مراتب علی شاہ، میاں عبدالعزیز بیرسٹر اور دیگر حضرات شامل تھے۔ سر میاں محمد شفیع نے غازی علم الدین کی نعش مسلمانان لاہور کے حوالے کیے جانے کے لیے گورنر سے طویل گفتگو کی۔ گورنر نے جواب دیا کہ آپ کے بعض نکات ایسے ہیں کہ ان پر غور کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے لہٰذا میں ماتحت حکام سے مشورہ کر کے کل پانچ بجے شام مکمل جواب دوں گا۔ سر میاں محمد شفیع کا خیال تھا کہ حکومت ہمارا مطالبہ تسلیم کر لے گی۔ دیگر اراکین وفد بھی آپ کے ہم خیال تھے[۱۱]

غازی علم الدین کی نعش کی واپسی کے سلسلے میں اکابر لاہور کی مساعی جمیلہ کا ذکر کرتے ہوئے روزنامہ انقلاب نے لکھا:

"آج مسلم اکابر لاہور کا جو وفد غازی علم الدین شہید کی لاش کے لیے گورنر کی خدمت میں گیا تھا۔ معلوم ہوا ہے کہ گورنر نے ان کو تسلی بخش جواب دیا ہے۔ مسلم اکابر میں ہر طبقے اور ہر گروہ کے بزرگ موجود تھے مثلاً علامہ اقبال، سر محمد شفیع، مولانا محمد علی امیر جماعت احمدیہ، آغا سید مراتب علی شاہ، ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین، میاں عبدالعزیز بیرسٹر ایٹ لاء وغیرہ تمام اصحاب نے مسلمانوں کے جذبات کی نہایت عمدہ طریق پر ترجمانی کی۔ حکومت کو امن قائم رکھنے کا پورا پورا یقین دلایا۔ کل شام کو پھر گورنر سے ملاقات ہوگی۔

اگر حکومت نے لاش دے دی جس کی بظاہر قوی امید ہے تو ہمیں بے حد خوشی ہوگی اور مسلمان بھی اس بات کی بے حد قدر کریں گے کہ ان کے مخلصانہ جذبات سے بے پروائی نہیں برتی گئی۔ مسلمانوں

۱۰۔ روزنامہ انقلاب، ۵ نومبر ۱۹۲۹ء، ص ۴

۱۱۔ ایضاً، ۷ نومبر ۱۹۲۹ء، ص ۴

کا جوش و خروش ظاہر ہے، لاہور کا ایک ایک فرد قربانی پر آمادہ ہے۔ باہر کے شہروں میں بھی بے حد جوش ہے۔ میانوالی میں غیرت و حمیت آفتاب کی طرح آشکارا ہے۔ کیا ہم امید رکھ سکتے ہیں کہ حکومت تمام حالات پر نظر رکھتے ہوئے صحیح فیصلہ کرے گی[۱۲۵]۔

حسب پروگرام ۵ رنومبر ۱۹۲۹ء کو مقررہ وقت پر مسلمانوں کا ایک وفد جو سر محمد اقبال، سر محمد شفیع اور ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین پر مشتمل تھا، گورنر سے ملا۔ طویل عرصہ تک گفتگو کے بعد وفد سر محمد اقبال کے مکان پر آیا اور آتے ہی ایک کمرہ میں صلاح و مشورہ شروع کر دیا۔ گورنر اور وفد کی گفتگو بالکل خفیہ رکھی گئی۔

گورنر پنجاب سے وفد کی ملاقات پر تبصرہ کرتے ہوئے روزنامہ انقلاب نے لکھا:

"بعض خاص ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ حکومت نے غازی علم الدین شہید کی نعش مسلمانانِ لاہور کے حوالے کر دینے کا فیصلہ کیا ہے لیکن گورنر نے چند ایک شرائط پیش کی ہیں۔ گورنر کی شرائط پر غور و خوض کرنے کے لیے رہنمایانِ اسلام کا ایک پرائیویٹ اجتماع ڈاکٹر سر محمد اقبال کے بنگلے یا عثمان ہال میں منعقد ہو گا جہاں اگر ضرورت ہوئی تو ان شرائط میں ترمیم یا تنسیخ کی جائے گی۔ وفد کے ارکان شرائط کا بالکل تذکرہ نہیں کرتے، یہاں تک کہ یہ بھی نہیں بتاتے کہ گورنر نے وفد سے کیا کیا کچھ کہا ہے۔ بہرحال مسلمانوں میں مختلف قسم کی افواہیں پھیل رہی ہیں۔ ایک طبقہ تو کہتا ہے کہ علم الدین کی نعش وارثوں کے حوالے کر دی جائے گی جو بادامی باغ اسٹیشن سے سرکلر روڈ پر ہوتے ہوئے یونیورسٹی گراؤنڈ میں نمازِ جنازہ پڑھ کر "پیر بودیاں والا" کے مقبرے کے پاس دفن کر دی جائے گی۔

عوام کے ایک طبقے کا خیال ہے کہ یہ بات مصدقہ طور پر معلوم ہو چکی ہے کہ نعش سنٹرل جیل لاہور میں لائی جا چکی ہے یا کل پہنچ جائے گی۔ جنازہ اس صورت میں بھی یونیورسٹی گراؤنڈ میں پڑھایا جائے گا۔

مسلم رہنما کل آپس میں مشورہ کر کے چھ بجے شام پھر گورنر سے ملاقات کریں گے اور امید ہے کہ کل یا پرسوں صبح جملہ معاملات طے ہو جائیں گے۔ فساد کے متعلق مسلم رہنما۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال، سر محمد شفیع، ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین، میاں عبدالعزیز بیرسٹر، مولوی غلام محی الدین قصوری و دیگر معزز مسلمان رہنما حکومت کو ضمانت دیں گے کہ مسلم ہجوم کو بے قابو نہیں ہونے دیا جائے گا"[۱۲۶]

---

۱۲۵ روزنامہ انقلاب، ۷ رنومبر ۱۹۲۹ء، ص ۴ ۱۲۶ ایضاً ، ۸ رنومبر ۱۹۲۹ء، ص ۵

مسلمان رہنماؤں نے جس جوش و خروش اور حمیتِ اسلامی کا مظاہرہ کیا اور میاں علم الدین شہید کی نعش واپس لینے کے سلسلے میں جو شان دار خدمات انجام دیں، مسلم زعما کی مساعی جمیلہ کے بعد گورنر پنجاب نے ان کا مطالبہ تسلیم کر لیا۔ روزنامہ انقلاب علامہ اقبال، سر محمد شفیع اور دیگر اکابر کی شان دار خدمات اور کامیابی پر اظہارِ مسرت کرتے ہوئے رقم طراز ہے:

”معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ گورنر پنجاب نے علامہ اقبال، سر محمد شفیع اور دیگر مسلم اکابرین کے مطالبہ کی معقولیت اور مسلمانوں کی پُرزور ترجمانی سے متاثر ہو کر یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ علم الدین شہید کی نعش مسلمانانِ لاہور کے حوالے کر دی جائے۔ چنانچہ اس کے متعلق عنقریب ایک اعلان شائع ہونے والا ہے۔

شہید کی نعش لاہور لانے میں غالباً تین چار دن اور لگ جائیں گے کیونکہ حکومت نے اُسے میانوالی سے لاہور پہنچانے کا انتظام اپنے ذمہ لیا ہے۔ اس کے بعد یہ نعش مسلم اکابر کے حوالے کر دی جائے گی۔ تاکہ وہ حسبِ قرار داد نمازِ جنازہ ادا کر کے اُسے سپردِ خاک کر دیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ اب نہایت سکون سے شہید کی نعش کے آنے تک انتظار کریں۔

مسلمانانِ لاہور نے اپنے اس مطالبہ میں جس کامل اتحاد کا ثبوت دیا ہے اور گورنر پنجاب نے اس مطالبہ کو تسلیم کرتے ہوئے جس مدبرانہ دور اندیشی کا اظہار کیا ہے اس کا جابجا چرچا ہو رہا ہے۔ اس کامیابی کا سہرا اکابرِ لاہور، مولانا ظفر علی خاں اور کارکنانِ علم الدین کمیٹی اور سرفروش مجاہدین کے سر ہے۔

امید کی جاتی ہے کہ ان تمام حضرات کے تعاون سے شہید کی نعش کی تدفین بوجہ احسن انجام پائے گی اور کوئی ناخوشگوار واقعہ رونما نہ ہو گا“[۲]

غازی علم الدین شہید کی نعش کی واپسی کے سلسلے میں مسلم اکابر کی مساعی بار آور ثابت ہوئیں اور حکومتِ پنجاب نے اس مطالبے کو تسلیم کر لیا۔ چنانچہ شہید کی نعش کو لاہور میں دفن کرنے کی اجازت دیتے ہوئے ۷ نومبر ۱۹۲۹ء کو مسٹر ایچ۔ ڈبلیو ایمرسن، چیف سکرٹری حکومتِ پنجاب نے مندرجہ ذیل اعلان شائع کیا:

”میاں علم الدین کی میت کو لاہور میں دفن کرنے کے لیے مسلمانوں کا جو وفد حکومتِ پنجاب کی خدمت

---

[۲] روزنامہ انقلاب: ۹ نومبر ۱۹۲۹ء، ص ۳

میں پیش ہوا، اس کے متعلق حکومت نے جو فیصلہ کیا ہے، وہ عوام کی اطلاع کے لیے شائع کیا جاتا ہے۔
ابتدا ہی سے حکومتِ پنجاب کی یہ خواہش رہی ہے کہ فرقہ وار امن میں خلل پڑنے کے ذرائع سے اجتناب کرے اور محض اسی مقصد کے حصول کے لیے ۳۱ اکتوبر کو میانوالی میں دفن کرنے کے انتظامات کیے گئے تھے۔ گزشتہ چند روز کے دوران میں مسلمان رہنماؤں کے مشورے سے اس مسئلہ پر مزید غور کیا گیا تاکہ یہ معلوم کیا جائے کہ آیا ایسے انتظامات کرنا ممکن ہے جن سے مسلمانوں کی آرزوئیں پوری ہو جائیں اور ساتھ ہی امنِ عامہ میں کسی قسم کا شدید خطرہ پیدا نہ ہو۔

۵ نومبر کو لاہور کے سرکردہ مسلمانوں کا ایک وفد زیر قیادت سر محمد شفیع گورنر کے پاس حاضر ہوا۔ علامہ سر محمد اقبال، ایم ایل سی، بلدیہ لاہور کے مسلم ارکان، پراونشل مسلم لیگ کے نمائندے اور مقامی جماعتوں کے عہدے دار اس وفد میں شامل تھے۔ وفد مذکور نے گورنر سے کہا کہ ہماری قوم کی جائز اور مخلصانہ آرزو ہے کہ میاں علم الدین کی میت کو ان کی وصیت کے مطابق لاہور میں دفن کیا جائے اور ہم اس بات کا یقین دلانے کے لیے تیار ہیں اور اپنی قوم کی طرف سے پوری ذمہ داری اٹھاتے ہیں کہ اگر ہماری درخواست منظور کر لی گئی تو کسی قسم کا نقصِ امن نہیں ہو گا نیز ہم مسلمانان لاہور کی طرف سے ایسی شرائط منظور کرنے کے لیے تیار ہیں، ان شرائط کی تعمیل دیانت داری سے کی جائے گی۔ اہلِ وفد نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے ظاہر کیا کہ اگر ہماری درخواست کو منظور کرنا غیر ممکن خیال کیا گیا تو جذبات کی شدت کی وجہ سے اندیشہ ہے کہ ایسی حالت رونما ہو جائے گی جس سے امنِ عامہ کو شدید خطرہ ہے۔ انھوں نے درخواست کی کہ کوئی تسلی بخش حل حاصل کرنے کے لیے حکومت اس مسئلہ پر مزید غور کرے۔

ہز ایکسیلینسی نے اہل وفد سے کہا کہ اگر مسلم قوم کی طرف سے اس بات کا یقین دلایا جائے اور حکومت مطمئن ہو جائے کہ خطرے کا اندیشہ نہیں رہے گا اور قوم کے رہنما غیر مشروط طور پر ایسی شرائط کو جو حکومت تجویز کرے منظور کریں اور ان کی کامل تعمیل کی ذمہ داری اٹھائیں تو اس مسئلہ پر دوبارہ غور کیا جا سکتا ہے۔ اس مفاہمت پر ہز ایکسیلینسی مزید غور کرنے پر رضامند ہو گئے اور مسلم قوم کے نمائندوں کے ساتھ بحث و مباحثہ اور مزید غور کرنے کے بعد حکومتِ پنجاب نے مصرحہ ذیل فیصلہ کیا ہے۔

ماہِ نومبر کے دوران میں اور اس قدر جلدی جس قدر ضروری انتظامات مکمل ہو سکیں، حکومتِ پنجاب میاں علم الدین کی میت کو لاہور میں دفن کرنے کے لیے، دینے کو تیار ہے بشرطیکہ مندرجہ ذیل شرائط کی

تعمیل کی جائے جو مسلم رہنماؤں نے مسلمانانِ لاہور کی طرف سے منظور کی ہیں۔

حکومتِ پنجاب میانی کے قبرستان کے پاس میّت کو ایسے وقت حوالہ کر دے گی جو حکومت کی طرف سے مقرر کیا جائے گا۔ شہر لاہور یا کسی دوسرے مقام سے اس مقام تک کی جہاں میت حوالہ کی جائے گی کوئی جلوس لے جانے کی اجازت نہ ہوگی سوائے اس جلوس کے جو مقامِ مذکور سے قبرستان تک جائے گا۔

لاہور میں تجہیز و تکفین کی رسوم ادا کرنے سے پیشتر یا اس کے بعد لاہور، میانوالی یا کسی دوسرے مقام پر نہ تو مظاہرے کیے جائیں گے اور نہ جلوس نکالے جائیں گے۔

مقامِ حوالگی سے جنازہ اسی راستے لے جانا ہوگا جو حکومت نے تجویز کیا ہے۔ مسلمان رہنماؤں نے اس بات کا یقین دلایا ہے کہ حکومتِ پنجاب کے فیصلے کی تاریخ سے اس معاملے سے متعلق عام جلسے اور مظاہرے بند کر دیے جائیں گے۔ نیز انھوں نے وعدہ کیا ہے کہ مسلم اخبارات وغیرہ میں ہر قسم کے جوش و خروش یا پروپیگنڈے کو بند کر دیا جائے گا۔

انھوں نے عہد کیا ہے کہ ابتدائی انتظامات کرنے اور جنازے کے روز امن قائم کرنے میں وہ مقامی حکام کو مدد دیں گے۔ انھوں نے اس بات پر بالخصوص رضامندی کا اظہار کیا ہے کہ عزاداروں کو اپنے اپنے گھروں کو منتشر کرنے میں ہر قسم کی امداد بہم پہنچائیں گے۔

اس سلسلہ میں قوم کے نمائندوں کی ایک مجلس قائم کی گئی جو کمشنر لاہور کے ساتھ براہِ راست تعلق رکھے گی اور انھیں مقامی حکام کو ضروری انتظامات کی تکمیل وغیرہ میں مدد دے گی۔ اس کمیٹی اور بلدیہ کے وارڈوں کے مسلمان ارکان کا اہم فرض یہ ہوگا کہ محلہ داروں کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ جنازے سے قبل اور بعد اپنے اپنے محلے کے امن کے ذمہ دار ہوں گے۔ حکومت اپنی طرف سے ناگوار حادثات کے انسداد کے لیے تمام ممکن احتیاطیں عمل میں لائے گی۔

حکومتِ پنجاب کو امید ہے کہ مسلمانانِ لاہور من حیث القوم اور انفرادی طور پر اس عہد کا احترام کریں گے جو اُن کے رہنماؤں نے ان کی طرف سے کیا ہے اور اسے یقین ہے کہ مسلمان اور دیگر اقوام کسی قسم کے مظاہرے یا پروپیگنڈے یا کسی ایسے فعل سے جس سے امن اور یک جہتی کی فضا مکدر ہونے کا احتمال ہو، اجتناب رکھیں گے۔ حکومت کو اس بات کا بھروسہ ہے کہ رسومِ جنازہ کی تکمیل سے

حادثات کا وہ سلسلہ جو زمانہ ماضی میں فرقہ وار بدگمانی اور اختلافات کا موجب رہا ہے، مستقل طور پر بند ہو جائے گا۔[۱۴]

حکومتِ پنجاب کے مذکورہ بالا فیصلے کے مطابق لاہور کے دو مسلمان میونسپل کمشنر اور ایک مسلمان مجسٹریٹ غازی علم الدین شہید کی میت لانے کے لیے میانوالی گئے۔ وہ ایک سپیشل ٹرین میں شہید کی نعش لاہور لائے اور سنٹرل جیل لاہور کے حکام کے حوالے کر دی۔ انھوں نے پونے سات بجے پونچھ ہاؤس کے سامنے وہ صندوق جس میں حرمتِ اسلام کا فدا کار بند تھا، مسلمان معززین کے حوالے کیا اور رسید لے لی۔ معززین میں علامہ سر محمد اقبال، سر محمد شفیع اور چند ایک میونسپل کمشنر تھے۔ وہاں سے میت سات بجے کے قریب جنازہ گاہ — چوبرجی کے میدان میں لائی گئی جہاں عام مسلمانوں کے علاوہ مسلمان اکابر موجود تھے۔ قریباً چار لاکھ فرزندانِ توحید نے مولوی بخاری کی امامت میں نمازِ جنازہ ادا کی اور ۱۴ ر نومبر ۱۹۲۹ء بروز جمعرات بارہ بجے کے قریب شمعِ رسالت ﷺ کے پروانے کو سپردِ خاک کر دیا گیا۔[۱۵]

غازی علم الدین شہید کی میت کی واپسی، نمازِ جنازہ اور تدفین کے سلسلے میں مسلم اکابرین کی مساعی پر انھیں خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے روزنامہ انقلاب "ارمغانِ تشکر و سپاس" کے عنوان سے لکھتا ہے۔

"سر محمد شفیع، ڈاکٹر سر محمد اقبال، مولانا ظفر علی خان، ملک لال دین قیصر، غلام مصطفےٰ حیرت، حکیم احمد حسن، جنھوں نے ہجوم کو قابو میں رکھنے کی انتہائی کوشش کی، کی خدمات قابلِ استحسان ہیں۔"[۱۶]

علم الدین شہید کی میت کو لاہور لانے کے لیے جن بھائیوں اور بزرگوں نے جدوجہد فرمائی، ان کا دلی شکریہ۔ حضرت علامہ اقبال، سر محمد شفیع، جملہ مسلم ارکان بلدیہ لاہور اور جملہ مسلم اکابر کا دلی شکریہ۔ جو ساری تحریک میں عام مسلمانوں کی خواہشات کے مطابق پوری کوشش فرماتے رہے اور جنھوں نے امن کی ضمانت دے کر شہید کی آخری وصیت پوری کی یعنی اسے لاہور میں دفن کیا۔[۱۷]

شہیدِ اعظم میاں علم الدین کی تجہیز و تکفین کے بعد ۱۷ ر نومبر ۱۹۲۹ء کو علامہ ڈاکٹر محمد اقبال نے چند دیگر ممتاز رہنماؤں کے ہمراہ جن میں سر محمد شفیع، ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین، میاں عبدالعزیز بیرسٹر، میاں امیر الدین،

۱۴۔ روزنامہ انقلاب، ۱۰ ر نومبر ۱۹۲۹ء، ص ۷
۱۵۔ ایضاً، ۱۶ ر نومبر ۱۹۲۹ء، ص ۱
۱۶۔ ایضاً، ۱۶ ر نومبر ۱۹۲۹ء، ص ۴
۱۷۔ ایضاً، ۱۷ ر نومبر ۱۹۲۹ء، ص ۳

سید محسن شاہ، ملک محمد حسین اور مولوی غلام محی الدین شامل تھے۔ مسلمانانِ لاہور کی طرف سے گورنر اور حکومت پنجاب کا شکریہ ادا کرنے کے لیے ایسوسی ایٹڈ پریس کے ذریعے مندرجہ ذیل بیان جاری کیا۔

"چونکہ میاں علم الدین (شہید) کی میت حکام نے ہمارے حوالہ کر دی اور شہید موصوف کی وصیت کے مطابق پُر امن اور بغیر کسی ناگوار واقعہ کے میانی صاحب میں سپردِ خاک کر دی گئی۔ ہم مسلم قوم کی طرف سے ہز ایکسلینسی سر جیفرے ڈی مونٹ مورنسی کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انھوں نے ازراہِ عنایت ہمارے وفد کی اس درخواست کو منظور کر لیا کہ میت لاہور میں دفن کرنے کے لیے ہمارے حوالہ کر دی جائے۔ حکومتِ پنجاب کی طرف سے دور اندیشانہ تدبیر کا یہ فعل نہ صرف اہلِ وفد بلکہ تمام مسلم قوم کے لیے عمیق اطمینان کا موجب ہوا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ جنازہ کے موقع پر مسلمانوں کے عظیم الشان اجتماع نے جس بردباری کا ثبوت دیا ہے، تمام جماعتوں اور فرقوں کے باشندگان لاہور اس کی تعریف کرتے ہیں۔"[۱۹]

اکابرِ لاہور کو خراجِ تحسین پیش کرتے اور حکومتِ پنجاب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے روزنامہ انقلاب "ہدیۂ تشکر و سپاس" کے عنوان سے لکھتا ہے:

"شہید علم الدین کی میت کے معاملے میں ہر چھوٹے بڑے مسلمان نے پوری سرگرمی اور تن دہی سے حصہ لیا اور اس لیے ہر مسلمان تشکر و سپاس خصوصی کا مستحق ہے لیکن بعض مسلمان اکابر اور بعض مسلمان خاص طور پر شکریے کے مستحق ہیں جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔ علامہ اقبال، سر محمد شفیع، میاں عبدالعزیز بیرسٹر ایٹ لا، مولانا غلام محی الدین قصوری، ایڈووکیٹ، ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین، تمام اسلامی اخباروں کے ایڈیٹر، ملک لال دین قیصر، بشیر احمد رفیقی، غلام مصطفیٰ حیرت، حکیم احمد حسن امرتسری، امیر بخش پہلوان۔

ان اشخاص کے بالخاصہ ذکر سے یہ نہ سمجھا جائے کہ باقی اصحاب نے سرگرمی اور جوشِ عمل کا کم ثبوت دیا۔ حاشا وکلا۔ ایک ایک بزرگ، ایک ایک میونسپل کمشنر، ایک ایک نوجوان رضا کار اور ایک ایک مسلمان یکساں طور پر شکریے کا مستحق ہے۔"[۲۰]

---

[۱۹] روزنامہ انقلاب، ۲۰ نومبر ۱۹۲۹ء، ص ۴ [۲۰] ایضاً، ۱۲ نومبر ۱۹۲۹ء، ص ۱